Oriental College Magazine, Vol.102, No. 03, Serial No. 385, 2026

سنسکرت کے عالمی شہرت یافتہ محقق اور پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر: الفریڈ کوپر وولنر کے بعد از مرگ اعزازات: نَو دریافت دستاویزات کی روشنی میں

محمد ارسلان (راٹھور)، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، لاہور

The Posthumous Honours of Alfred Cooper Woolner, World-Renowned Sanskrit Scholar and Vice-Chancellor of the University of the Punjab, Lahore: A Study Based on Newly Discovered Documents

Muhammad Arsalan (Rathore), PhD
Assistant Professor of Urdu
Government College University, Lahore

Abstract

Alfred Cooper Woolner (1878–1936), the distinguished Sanskrit scholar and Vice-Chancellor of the University of the Punjab, Lahore, made significant contributions to Sanskrit studies and higher education in colonial Punjab. Following his sudden death in 1936, the University and the wider intellectual community undertook several initiatives to preserve his memory, including naming a university hall, road, student circle, and hostel after him, and installing his bust at the University. His wife, Mary Emily Blende Woolner, further commemorated his legacy by commissioning a memorial sculpture from the renowned sculptor Gilbert Ledward, which was erected on Mall Road in 1938 and survives to the present day. Based on newly discovered archival documents, this article reconstructs these commemorative initiatives and examines their significance in the intellectual and cultural history of colonial Lahore. It sheds new light on Woolner's enduring legacy and on the ways in which scholarly and institutional memory was constructed and preserved in colonial Punjab.

Keywords:
Alfred Cooper Woolner; Sanskrit Scholarship; University of the Punjab; Colonial Lahore; Posthumous Commemoration; Memorial Culture; Gilbert Ledward; Mary Emily Blende Woolner; Colonial Education; Intellectual History; Newly Discovered Documents

ممکن ہے عام قاری کے لیے الفریڈ کوپر وولنر(Alfred Cooper Woolner ۱۳ مئی ۱۸۷۸ء۔۷ جولائی ۱۹۳۶ء) کا نام اجنبی ہو لیکن لاہور کے مال روڈ پر عجائب گھر کے متوازی وہ پُر شکوہ مجسمہ نامانوس نہیں ہو سکتا جو پنجاب یونی ورسٹی اولڈ کیمپس کی دیوار کے کنارے؛ بُور لدھے چھتناروں کے نیچے، پچھلے چھیاسی برس کی تاریخ کا شاہد ہے۔ اس بارعب اور پُر شکوہ مجسمے سے اعراض ممکن نہیں۔ آج شاید الفریڈ کوپر وولنر کے بارے میں کم لوگ جانتے ہوں لیکن ایک وقت تھا جب لاہور کی تمام علمی اور ادبی مجلسیں اس کے نام اور موجودگی کے بغیر نامکمل تھیں۔ ۱۹۰۳ء میں جب اس نے لاہور میں ورود کیا تو انار کلی کے پہلو میں مال روڈ کی حالت ایک کچی، نیم تاریک اور مٹی کی تہوں میں گم شاہراہ سے بڑھ کر نہ تھی لیکن ۱۹۳۶ء کی جس آخری رات اس نے اس شہر پُر فسوں پر نگاہِ آخریں کی، یہ سڑک اُن لازوال عمارتوں اور پُر بہار رونقوں کے سائے میں تھی جن سے مال روڈ کی موجودہ چکاچوند قائم ہے۔(۱)

یہ امر لائقِ افسوس ہے کہ اردو اور انگریزی کی تاریخ نے سنسکرت کے اس بے مثال عالم، ان تھک محقق اور محسن سے ایسی بے اعتنائی برتی کہ ان کے دامن میں اس کا ذکر چار پانچ صفحوں سے بڑھ کر نہیں۔ زیرِ نظر مضمون اس ناقابلِ تلافی کمی کے ازالہ کی ایسی کوشش ہے جس میں ''کھوئے ہوئے کی جستجو'' میں دماغ سوزی کے ساتھ جگر کاوی بھی نظر آئے تو حیرت نہیں، البتہ یہ افسوس اپنی جگہ:

لطف یک روزہ تلافی نکند عمری را　　کہ بدریوزۂ اقبال جفا گشت تلف(۲)

زیرِ نظر مقالہ راقم کی ایک طویل اور پُر لطف تحقیق کا ایک حصہ ہے۔ وولنر کے بارے میں یہ تمام تر تازہ اور نئی حاصل ہونے والی معلومات دستاویزی تحقیق (Archival Research) کی باریکیوں سے ممکن ہو پائی ہیں۔ میں نے وولنر کی سوانح کے ضمن میں ایک ایک سال کے ریکارڈ کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے؛ اس مقصد کے لیے میں نے دنیا کی مختلف یونی ورسٹیوں، اداروں اور لوگوں سے بلا مبالغہ سیکڑوں برقی پیغامات کا تبادلہ کیا ہے۔ ان علم دوست اداروں، اشخاص اور ان کی تاریخی شذروں سے والہانہ محبت کے بغیر اس مقالے کو لکھنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس دستاویزی تحقیق میں مجھے براہِ راست نادر و نایاب تاریخی کاغذات، مسودات، ان کی نقول اور عکس دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ تمام چیزیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ ان تمام نقول و تصاویر کا محفوظ ہونا بے حد ضروری ہے۔ حوالوں میں ان تمام ملکی و بین الاقوامی اصحابِ کبار کی تفصیل مہیا کر دی گئی ہے، جنھوں نے کسی بھی ذریعے سے اس مقالے کے لکھنے میں میری معاونت کی ہے۔ خدا ان سب کو دانائی و عافیت کی دولت سے سرفراز کرے۔

الفریڈ وولنر کا شمار سنسکرت اور پراکرت کے عالمی شہرت یافتہ محققین میں ہوتا ہے۔ وہ محض پچیس سال کی عمر میں ۱۹۰۳ء میں برطانیہ سے اورینٹل کالج کے پرنسپل اور پنجاب یونی ورسٹی کے رجسٹرار کے طور پر لاہور آئے اور اپنی زندگی کا باقی ماندہ حصہ اسی شہر نگار میں وقف کر دیا۔ وولنر کی لاہور میں تقرری میں معروف برطانوی مستشرق تھامس واکر آرنلڈ (۱۸۶۴۔۱۹۳۰ء) کی مشاورت شاملِ حال رہی۔(۳) متعدد علمی مقالات، خطبات اور مباحثوں کے علاوہ اس نے چھ گراں قدر کتابیں بھی تصنیف کیں، جن کی فہرست درج ذیل ہے:

1. Introduction to Prakrit (1915: first edition, 1917: second edition, 1928, third edition).
2. Asoka Text and Glossary, 1925.
3. Thirteen Trivandrum Plays attributed to Bhasa, translated into English in collaboration with Dr L Sarup Vol. 1, 1930, Vol 2, 1935.
4. Jasmine Garland or Kundamala translated into English 1935.
5. Indian Student Hand book of Philology (Incomlpete): 1937
6. Languages in History and Politics (Incomlpete): 1938 (106) Last Two books published after his death. (4)

وولنر کی زندگی ہی میں اہلِ لاہور اور مشرقی علوم کی ترویج کی خدمات کے اعتراف میں پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے ہاسٹل (۱۹۳۰ء) کا نام وولنر کے نام پر رکھ چکی تھی۔(۵) وولنر کی ناگہانی موت (۱۹۳۶ء) کے بعد ان اقدامات میں سرعت آئی۔ اورینٹل کالج میں ان کے رفیقِ کار اور دوست ڈاکٹر سوریا کانت ان کی زندگی ہی میں ان کے علمی وانتظامی کارناموں کے اعتراف میں ایک ارمغان شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے مجھے اس زمانے کے کچھ کاغذات کی نقول پڑھ کر سنائی ہیں۔(۶) ۱۰، اکتوبر ۱۹۳۴ء (وفات سے ڈیڑھ برس قبل) کو وولنر نے سوریا کانت کو لکھا:

> My dear Surya Kant, you would find me free on friday morning at 11am. I do not think however that this time is suitable for such a volume as you suggest.(7)

حینِ حیات میں وولنر کا اس ارمغانِ علمی کو قبل از وقت خیال کرنا شاید اس وجہ سے ہو کہ یورپ میں اس کی روایت مدتِ ملازمت سے سبک دوشی یا ممدوح کے انتقال کے بعد کی تھی۔

وولنر کی موت کے بعد سوریا کانت نے ۹ جنوری ۱۹۳۶ء یعنی وفات کے محض دو دن بعد گورنر پنجاب کو خط تحریر کیا جس میں اس فقید المثال عالم کی یاد میں علمی ارمغان شائع کرنے کی جلد از جلد درخواست کی۔ گورنر نے اس کی اجازت مرحمت فرما دی لیکن انتظامی امور کی بنیاد پر سوریا کانت کی اس خواہش کو پورا ہونے میں چار سال لگ گئے۔

اس ساری داستان کا ذکر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے "وولنر تذکاری جلد" (Woolner Commemoration Volume) کے دیباچے میں مختصراً کیا ہے، افسوس کی بات ہے کہ پروفیسر محمد شفیع کی ادارت میں چھپنے والے اس کمیاب ارمغان میں وولنر کے عاشقِ صادق پروفیسر سوریا کانت کا نام اور مساعی درج ہونے سے رہ گئی ہیں۔(۸) سوریا کانت نے ۹ جنوری ۱۹۳۶ء کو جو خط چانسلر کو لکھا؛ وہ خط چانسلر نے وائس چانسلر پنجاب یونی ورسٹی کو بھیج کر اس کی رائے طلب کی۔ وائس چانسلر نے خط رجسٹرار کو اور بالآخر رجسٹرار نے سنڈیکیٹ کو بھیج دیا۔ سینڈیکیٹ کے فیصلے کی رو سے وولنر کی خدمات کے صلے میں یونی ورسٹی کی یونین کلب بلڈنگ کا نام "وولنر ہال" رکھنا طے پایا۔ ڈاکٹر بنارسی داس کے مطابق وولنر کی موت کے بعد لاہور میں فوری طور پر اس کی پانچ یادگاریں قائم ہوئیں:

ان میں سے اول "یونین کلب بلڈنگ" کے نام کی تبدیلی بہ طور وولنر ہال کے تھی۔ دوم: اورینٹل کالج کے سامنے والی شاہراہ کو "وولنر روڈ" کا نام دیا گیا۔ سوم: ہاسٹل کے نام کو مستقلاً "وولنر ہاسٹل" ہی باقی رہنے دیا گیا۔ چہارم: منروا کلب کا نام بدل کر "وولنر کلب" رکھ دیا گیا۔ پنجم: وولنر کے مخطوطات کے عطیے کے نام کو اس کے نام سے منسوب کر کے "وولنر کولیکشن" کا نام دیا گیا۔(۹)

سینڈیکیٹ کے جس اجلاس میں یہ فیصلے ہوئے وہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔ اجلاس میں یہ بھی تجویز ہوا کہ معنوَن عمارت (وولنر ہال) میں وولنر کا نیم مجسمہ (Bust) بھی نصب کیا جائے۔ فیصلے کے مطابق اس نیم مجسمہ کی ڈھلائی ہندوستان ہی میں کروائی جانی تھی اور اس کے لیے یونی ورسٹی نے ایک ہزار روپے دینے کی تجویز دی۔(۱۰)

ایک ہزار روپے کے لیے یونی ورسٹی فیلوز سے چندہ جمع کرنے کی درخواست کی گئی۔ سینڈیکیٹ کے فیصلے سے وولنر کی ہر دل عزیز نصف بہتر مَیری ایملی بلینڈ (م: ۱۹۴۴ء) مطمئن نہ ہوئیں۔ مسز وولنر کی خواہش تھی کہ مجسمہ نیم تنہ کی بجائے مکمل ہو اور اس کی ڈھلائی بھی کسی ماہر یورپی (ترجیحاً برطانوی) مجسمہ ساز سے کروائی جائے۔ یہ بات واضح ہے کہ یورپ میں مجسمہ سازی کا فن کئی گنا پرانا اور ترقی یافتہ تھا۔ مسز وولنر فنونِ لطیفہ کی باریکیوں سے روشناس خاتون تھی۔ وولنر اور مَیری کا خاندان معروف فن کاروں کی موجودگی سے مفخر تھا۔ معروف مجسمہ ساز اور شاعر تھامس وولنر، الفریڈ وولنر کا سگا چچا تھا؛ اس نے ورڈزوَرتھ کا شاہ کار مجسمہ بنا کر دادِ تحسین وصول کی تھی۔ تھامس لارنس، بلینڈ خاندان کا مشہور شاہی مصور تھا، مَیری کے والد سے اس کا قریبی رشتہ تھا۔ ملکہ شارلٹ کی معروف تصویر اسی کے موقلم کا نقش تھی۔(۱۱)

سینڈیکیٹ نے ابتداً مسز وولنر کی خواہش کو رد کیا۔ برطانیہ سے نیم مجسمہ کی ڈھلائی اور ہندوستان آمد و تنصیب کا عمل کم سے کم چار سے پانچ ہزار روپے کا متقاضی تھا۔ آخرِکار مَیری نے یہ پیسے اپنی جیب سے ادا کرنے کی حامی بھر لی۔ اس ساری کاروائی کے دوران مسز وولنر کا قیام نیڈوز ہوٹل (Nedous Hotel) موجودہ "اواری ہوٹل" کے کمرہ نمبر ۲۵ میں تھا۔ آج پنجاب یونی ورسٹی کے وولنر ہال کی سیڑھیوں کے درمیانی حصے میں نصب شدہ نیم تنہ انھی واقعات کا زائدہ ہے جسے ڈبلیو ڈبلیو جان ڈولی اینڈ کمپنی (WW Jhon Dolly and Company) نے بنایا تھا۔(۱۲)

مکمل مجسمہ تیار کروانے کے لیے مسز وولنر کو بارِ دگر چانسلر کی اجازت لینا پڑی۔ کاغذات کے مطابق سالم مجسمے کی اجازت ۲۷ نومبر ۱۹۳۶ء کو ملی۔ مکمل مجسمہ تیار ہونے سے لے کر کراچی پہنچانے تک کی خطیر رقم مَیری نے ادا کی۔ اس سے آگے کی کہانی عبرت ناک ہے۔ اوّلاً انتظامیہ نے اسے کراچی کی بندرگاہ سے منگوانے میں لیت و لعل کیا۔ مجسمہ اس تمام عرصے میں کراچی کے ساحل پر موجوں کی ٹھنڈی ہوا کھاتا رہا۔ مَیری کے خطوط کارگر نہ ہونے پر اس نے بارِ دگر اپنی ذمہ داری سے مجسمہ لاہور بھجوایا۔ اب کی مرتبہ ستم پہلے سے بڑھ کر تھا: انتظامیہ نے مجسمے کو یونی ورسٹی کی جگہ مہیا کرنے سے واضح انکار کر دیا جس کی وجوہات نامعلوم ہیں۔

آخرکار شاہکار مجسمہ ساز کے اس بے مثال مجسمے کو کارپوریشن کی زمین پر نصب کیا گیا۔ مجسمہ کے نصب ہونے کی جگہ چوں کہ کارپوریشن کی تھی لہٰذا ماہانہ دو یا ڈھائی روپے لیز کی قیمت ادا کی جاتی تھی جو نامعلوم عرصے تک مَیری کی جیب سے ادا ہوتی رہی۔(۱۳)

پروفیسر خورشید رضوی کے بقول: "اب یہ مجسمہ شاید اس پرسکون شاہراہ کو یاد کرتا ہو جس پر یہ پہلے پہل نصب ہوا تھا۔"(۱۴) پچھلے چھیاسی برس سے یہ مجسمہ اپنی پہلی تنصیب کی جگہ پر تزک و احتشام سے بلند ہے اور علم و فضل اور اخلاص و بے غرضی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ وولنر کے مجسمے میں وولنر پروفیسروں کی سیاہ قبا پہنے، دہنے ہاتھ میں کتاب اور بائیں ہاتھ میں دستارِ فضیلت (Motorboard) تھامے ہے۔ اس کا چہرہ سنجیدہ اور علم سے ظہور کرنے والے اعتماد سے مملو ہے؛ آٹھ فٹ کی بلندی سے دور کچھ دیکھنے میں مگن یہ عالم فنافی العلم معلوم ہوتا ہے۔

کانسی سے بنے ہوئے اس آٹھ فٹ نو انچ بلند مجسمے کا خالق معروف شاہی مجسمہ ساز گلبرٹ لیڈورڈ (۱۸۶۰۔۱۹۸۸ء) ہے۔ (۱۵) گلبرٹ کی شہرت کا اندازہ یہاں سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۱۳ء میں اسے British Prix de Rome کے ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔ وہ لندن کے رائل کالج میں پروفیسر تھا۔

۱۹۳۷ء میں اسے شاہی اکادمی کا رکن چنا گیا، بعد ازاں وہ اس اکادمی کا صدر بھی رہا۔ اس کے معروف مجسموں میں Britannia and Soldier , Sunflower, Earth Rests, Venus, Strands of Man ,Awakening , Miner اور دوسرے بہت سے مجسمے شامل ہیں۔(۱۶)

ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی اطلاعات کے مطابق گلبرٹ نے وولنر کا مجسمہ ویانا، آسٹریا میں بنایا جو بعد ازاں مَیری وولنر کی نگرانی بحری جہاز کے ذریعے ہندوستان بھیجا گیا۔(۱۷) ڈاکٹر بنارسی داس لکھتا ہے: یہ مجسمہ تیس ہزار روپے کی گراں قدر رقم میں تیار ہوا، یہ خطیر رقم مَیری نے ادا کی۔(۱۸)

آرٹ یو۔کے کی آفیشل ویب سائٹ پر دی گئی معلومات کے مطابق یہ ۱۹۳۷ء میں تیار ہوا، یعنی وولنر کی وفات کے اگلے ہی سال۔ اسی سال اسے ہندوستان بھیج دیا گیا(۱۹)۔

لطف کی بات یہ ہے کہ گلبرٹ نے دو مجسمے تیار کیے تھے۔ ایک ہندوستان بھیج دیا گیا دوسرا اس کی ذاتی ملکیت میں رہا۔ آج کل دوسرا مجسمہ پورٹری کے عجائب گھر اور آرٹ گیلری (Potteries Museum and Art Gallery)میں موجود ہے۔ مجھ تک یہ ساری معلومات artuk.org کی منتظم اینا میکلوئڈ نے پہنچائی ہیں۔ آرٹ یو۔کے نے اپنی ویب سائٹ پر پورٹری کے عجائب گھر میں موجود وولنر کے مجسمے کی مختلف زاویوں سے سات تصاویر آویزاں کر رکھی ہیں۔(۲۰)

عجائب گھر والے مجسمے کا رنگ محفوظ رہنے کے باعث گہرا اور صاف ہے، مجسمے کا عقبی حصہ زیادہ واضح اور ہنر مندی کا مظہر نظر آتا ہے۔ لاہور میں ایستادہ مجسمے کے عقبی حصے میں پنجاب یونی ورسٹی کی دیوار (ایک دہائی پہلے سلاخ دار جنگلہ) موجود ہونے کے باعث ہم کبھی عقبی زاویے سے مجسمہ ساز کو دادِ تحسین نہیں دے پاتے۔ دونوں مجسموں کے بائیں پائوں کے نیچے پیڈسٹل کے نیچے گلبرٹ لیڈورڈ کُھدا ہے۔ پورٹری کے مجسمے پر مجسمہ ساز کے نام کی کھدائی گلبرٹ کے اپنے خط میں جب کہ لاہور والے مجسمے میں مشینی ہے۔ یہ مجسمہ ۱۹۳۷ء ہی میں کراچی پہنچا۔ اسے لاہور پہنچنے میں تاخیر ہوئی۔ یکم مارچ ۱۹۳۸ء کے روزنامہ "انقلاب" سنڈے میگزین میں مجسمہ کی نقاب کشائی کی ایک تصویر موجود ہے۔(۲۱) تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے: سر ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب ڈاکٹر وولنر کے مجسمہ کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء کو مجسمہ کی تنصیب ہوئی۔ اس کہانی کا تحریری ریکارڈ پنجاب یونی ورسٹی آرکائیوز میں موجود ہے۔

آرٹ۔یو۔کے نے اپنی ویب سائٹ پر مجسمے کی پیمائش سے متعلق یہ معلومات درج کر رکھی ہیں:

Title

Alfred Woolner (1868–1936)

Date
1938
Medium
Bronze
Measurements
H 180 x W 80 x D 50 cm)
Accession number
FA.1941.FA.483
Work type
Sculpture (22)

وولنر کا مجسمہ لاہور میں برطانوی نو آبادیاتی عہد کی آخری یادگار ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مال روڈ کے مختلف مقامات پر مجسمے ایستادہ تھے؛ ان کی تعداد میں اختلاف ہے، کچھ مؤرخین نے ان کو دس سے کم جب کہ بعض نے پچیس کے قریب بتایا ہے۔(۲۳) مال روڈ کو دیکھتے ہوئے پچیس کی تعداد یقیناً مبالغہ ہے۔ ان میں ملکہ وکٹوریہ اور سر گنگا رام کے مجسمے تاریخ کے حافظے میں زیادہ محفوظ ہیں۔ مغرب میں مجسمہ سازی اور اور انھیں ایستادہ کرنے کے چند اہم مصدقہ اصول ہیں ۔ عجائب گھر کے علاوہ عام جگہوں یا شاہراہوں پر مجسمے معقول فاصلوں پر بلند کیے جاتے ہیں۔ ایک مجسمے کو دیکھنے سے لے کر اسے خیال سے محو کر دینے یا اگلے مجسمے پر توجہ مرکوز کرنے کا دورانیہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح مجسمے کو ایستادہ کرنے کی بلندی بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ عموماً مجسمے کو جس مقام پر بلند کیا جاتا ہے اسے ''فرش'' یاFloor سے منسوب کیا جاتا ہے، اس کی بلندی ایک اوسط انسان کی قامت سے کچھ ہی کم ہوتی ہے۔(۲۴)

> مجسمے کے پاؤں کے بالکل نیچے کا پتھر جو اس کے وزن کو سہارے ہوتا ہے ، اصطلاح میں پیڈسٹل (Pedestal) کہلاتا ہے؛ اسی کو پایہ ستون یعنی Plinth بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عموماً چوکور، مستطیل یا گول شکل کا ہوتا ہے۔ ان کے مطابق اس ایستادگی میں مجسمے کی تعظیم کے علاوہ اس کے جسم (بالخصوص سینہ و دہانہ)کو عوام کی دسترس سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔(۲۵)عوام، مرزا غالب کے لفظوں میں ''پاؤں کے بوسے'' ہی کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔ (۲۶)یہی وجہ ہے کہ اکثر مجسموں کے جوتے کی نوکوں کا روغن اڑ کر اس کی قدامت میں اضافہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مجسمہ سازی اور اس کی تنصیب کے حوالے سے چند اہم نکتوں کی وضاحت اردو کے معروف نقاد حسن عسکری نے اپنے ایک نہایت اہم مضمون میں ''ادب و فن میں فحش کا مسئلہ'' میں کی ہے۔(۲۷)

وولنر کے مرنے کے بعد اس کو بے حد چاہنے والی اور زندہ و جاوید کرنے کی خواہاں بیوی، میری ایمیلی بلینڈ یا محض مسز وولنر کہاں گئی، اس کے بارے میں بسیار کوشش کے باوجود کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ لِچ فیلڈ چرچ کی آرکائیوسٹ کے بھیجے گئے ایک عکس کی تحریر سے یہ معلومات سامنے آئی ہیں:

"وولنر: پنجاب یونی ورسٹی لاہور کا الفریڈ کوپر جو ۷ جنوری ۱۹۳۶ء کو البرٹ وکٹر ہسپتال لاہور میں چل بسا۔ ۲۶ جون کو اس کی بیوہ مَیری ایمیلی بلینڈ کو وولنر کی جانب سے ترکے میں دو ہزار چار سو تئیس (۲۴۲۳) پونڈ ملے۔"(۲۸)

اس عکس کا حوالہ موجود نہیں ہے کہ اسے کہاں سے لیا گیا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کسی ڈائریکٹری کا صفحہ ہے جس میں وولنر نام کے درجنوں لوگوں کے بارے میں دو تین سطری معلومات دی گئی ہیں اور صفحے کے اوپر ۱۹۳۶ء درج ہے۔ میں نے اپسوِچ کی ضلعی انتظامیہ کے علاوہ لندن کی ڈائریکٹریاں تلاش کرنے کی بھی بہت کوشش کی۔ میری ناکامی استکمال سے ہم کنار ہو جاتی اگر کلیئر ہاپکنز میری دست گیری نہ کرتیں۔(۲۹) انھوں نے کمال مہربانی سے ٹائمز کا وہ تعزیت نامہ ڈھونڈ نکالا، جس میں مسز وولنر کے بارے میں چند سطور میں کئی نئی باتوں کا انکشاف ہوا ہے۔ اس تعزیت نامے (Obituary) کے مطابق: وہ ہندوستان سے واپسی پر براہِ راست برطانیہ واپس نہیں گئی بل کہ اس نے لبنان اور اٹلی کے دورے کیے۔ وہاں وہ انگریزی لسانیات کی مدرس بھی رہی۔ اسی اثنا میں جنگِ عظیم دوم کے سائے منڈلانے لگے۔ اس نے جنگ کی ہول ناکیوں اور چیرہ دستیوں کا براہِ راست مشاہدہ کیا۔ زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود کسی نہ کسی طرح وہ برطانیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئی جہاں وہ جنگی قیدیوں کو انگریزی زبان پڑھاتی رہی۔ اس کام کو وہ اپنے جنگی فرائض میں سے گردانتی تھی۔ اس نے چند سالوں کے لیے وقفے وقفے کے ساتھ فرانس میں بھی سکونت اختیار کی۔ گمانِ غالب ہے کہ وہ فرانسیسی زبان سے واقف تھی۔ ٹائمز نے فرانس کے ساتھ اس کے ارتباط کو نہایت گہرا (The Intimate) لکھا ہے۔(۳۰)

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ۱۹۳۳ء میں فرانسیسی حکومت نے وولنر کو نہایت اعلیٰ سرکاری خطاب Officier d'Academie Francaise سے نوازا تھا۔(۳۱) البتہ یہ امر مزید تحقیق طلب ہے۔

اپنی وفات سے قبل، مسز وولنر، کلاسیکی سنسکرت اور ویدوں کے ماہر، پدم بھوشن، وشوا بندھو (۱۸۹۷۔۱۹۷۳ء) کے ساتھ رابطے میں تھیں۔ مَیری نے جولائی ۱۹۳۹ء کے اپنے ایک خط میں وشوا بندھو کو لکھا ہے: "میں سفوک میں اپنے پرانے دوستوں کے ساتھ قیام کر رہی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے وکیلوں سے ملاقات کر رہی ہوں۔ تاکہ اطمینان کر سکوں کہ ہر چیز درست اور مکمل ترتیب میں ہے۔ میری وفات کے بعد، میرے مال و متاع سے سنسکرت کی تحقیق اور میرے مرحوم شوہر کی یاد میں بنایا گیا آپ کا ادارہ،

متمتع ہو گا اور اس کے بعد بھی بالآخر یہی ہو گا۔"(۳۲) آخری دور میں مسز مَیری مختصر علالت کے بعد ۱۹جنوری ۱۹۴۴ء کو لندن کے نرسنگ ہوم میں انتقال کر گئی۔(۳۳)قدرت نے وولنر سے بے مثال محبت کے انعام کے طور پر اسے انھی دنوں میں واپس بلا لیا جن میں وہ اپنے محبوب شوہر کا غم تازہ کر رہی تھی۔ وولنر اور مَیری کے بارے میں شخصی اور دستاویزی ہر دو معلومات میں کسی اولاد کا ذکر نہیں ہوا۔ مسز وولنر کا نرسنگ ہوم میں انتقال اس بات کو مزید مستحکم کرتا ہے۔لاہور کی تعمیر اور سنسکرت کی علمی و ادبی تاریخ میں وولنر کو تصویری اور قابلِ محسوس طور پر زندہ رکھنے میں مسز وولنر، میری ایمیلی بلینڈ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔

☆☆☆☆☆

حواشی وتوضیحات

(1) Garrett, H.L.O,"A History of Government College Lahore (1864-1914)",Lahore:Civil and Military Gazette Press,1914. P:105

گیرٹ کا اصل اقتباس دیکھیے:

"In 1898 the Lahore Mall was not attractive,being a dusty road with berms two or three inches deep in dust or mud according to the weather".

(۲) یہ شعر غالب کا ہے۔(ترجمہ: ایک دن کی مہربانی عمر بھر کی کیسے تلافی کر سکتی ہے؛ وہ عمر جو تیری جفا کو طلب کرتے کرتے گزر گئی۔)

(۳) یہ معلومات مجھ تک آکسفرڈ ٹرینیٹی کالج کی آرکائیوسٹ کلیئر ہاپکنز نے پہنچائی ہیں۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔

(4) Dr Banarsi Das," A Life Sketch" included in, "WOOLNER COMMEMORATION VOLUME (In Memory of The Late Dr A.C. Wollner)" Edited by: Muhammad Shafi. Lahore:Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940. P: 02

(۵) ایضاً،۶۔

(۶) استادم پروفیسر ڈاکٹر زاہد منیر عامر کلاسیکی ادبیات کے استاد اور معروف ناقد و محقق ہیں۔ کثیر التصانیف ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی علم دوستی و فضل نوازی محاورہ ہے۔ پنجاب یونی ورسٹی کی تاریخ کے حوالے سے آپ کی معلومات قاموسی ہیں۔ وولنر کے حوالے سے بہت سے نادر نکات اور تاریخی دستاویزات کی عبارتیں انھیں کی معرفت ملیں۔ ۲۰ اگست ۲۰۲۴ء کو میں الفریڈ وولنر کے حوالے سے برادرم احمر شہباز کے ہمراہ ان سے ملا۔ ڈاکٹر صاحب نے پنجاب یونی ورسٹی کے پرانے کاغذات میں سے وولنر کے حوالے سے کئی عبارتیں پڑھ کر سنائیں جنھیں میں اپنی دستکی میں تحریر کرتا گیا۔ ان کے پاس مسز وولنر کے ان خطوط کی نقل بھی موجود ہے جو وفات کے بعد انھوں نے پنجاب یونی ورسٹی کے اربابِ حل و عقد کو تحریر کیے۔ ڈاکٹر موصوف سے بہت سے استفسارات کا مُسکِت جواب ملا اور کئی ایسے مآخذ کی نشان دہی ہوئی جنھوں نے کئی معاملات میں شرحِ صدر کیا۔

(۷) وولنر کی وفات کے بعد ۱۹۴۰ء میں پروفیسر محمد شفیع کی ادارت میں وولنر تذکاری جلد (Woolner Commemoration Volume) کی اشاعت ہوئی۔ وولنر کے حوالے سے ہماری تاریخ میں واحد علمی کام یہی ہے۔ اس ارمغان کے ابتدائی پندرہ بیس صفحات سوانح کے ہیں۔ ان میں سے بھی ڈاکٹر بنارسی داس کے مضمون کے علاوہ کسی دوسرے مقالے میں سوانحی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں؛ مقالہ نگاروں نے صرف وولنر کے ساتھ گزارے گئے وقت کے کچھ دل چسپ واقعات نقل کیے ہیں۔ ارمغان کا باقی اور ضخیم حصہ ان موضوعات پر متخصصین کے مقالات ہیں جو وولنر کی دلچسپی کے تھے۔ حیرت انگیز طور پر یہ پورا ارمغان پروفیسر سوریا کانت کے ذکر اور نام سے خالی ہے حالاں کہ اس ارمغان کو چھاپنے کا ارادہ اور نیت سوریا کانت ہی کی تھی اور انھوں نے وولنر کی زندگی میں مختلف خطوط میں اس کا اظہار بھی کیا۔ وولنر کی وفات کے فوری بعد ان کی جانب سے ہونے والی کوششیں بھی لائقِ تحسین اور دردمندی پر مبنی تھیں۔

(8) "WOOLNER COMMEMORATION VOLUME(In Memory of The Late Dr A.C. Wollner)" Edited by: Muhammad Shafi. Lahore:Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940.

(9) Dr Banarsi Das," A Life Sketch" included in, "WOOLNER COMMEMORATION VOLUME(In Memory of The Late Dr A.C. Wollner)" Edited by Muhammad Shafi. Lahore:Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940. P: 07.

(۱۰) بحوالہ ۶۔

(۱۱) انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا میں تھامس لارنس کے بارے میں تحریر کی ابتدائی سطور دیکھیے:

Thomas Lawrence (born April 13, 1769, Bristol, Gloucestershire, Eng.—died Jan. 7, 1830, London) was a painter and draftsman who was the most fashionable English portrait painter of the late 18th and early 19th centuries.

لنک:https://www.britannica.com/biography/Thomas-Lawrence

(۱۲) بحوالہ ۶۔ افسوس بہت کوشش کے باوجود ڈبلیو ڈبلیو جان ڈولی اینڈ کمپنی کے بارے میں معلومات نہ مل سکیں۔

(۱۳) بحوالہ ۶

(۱۴) خورشید رضوی صاحب نے یہ پیغام واٹس ایپ کی صورت میں مجھے بھیجا۔ دراصل رضوی صاحب کے معروف استاد اور عربی کے متبحر عالم، جناب مرحوم صوفی ضیاالحق نے اپنے دورِ طالب علمی میں وولنر سے اکتسابِ فیض کیا تھا۔ خورشید رضوی صاحب کو انھی کی زبانی وولنر کے کئی واقعات سننے کا موقع ملا۔

(۱۵) ماڈرن برٹش آرٹ گیلری میں گلبرٹ لیڈورڈ کے بارے میں ابتدائی معلومات یہ ہیں:

Sculptor, born in Chelsea, London the son of a sculptor Richard Arthur Ledward. He was a student at the Chelsea Polytechnic, at the Academy in Karlsruhe, the Royal College of Art and the Royal Academy Schools 1907-13. The first artist to win a scholarship in sculpture to the British School at Rome, and a soldier in World War I, he was after the cessation of hostilities much sought after to execute monumental war memorials .

تفصیل کے لیے لنک ملاحظہ ہو:

https://modernbritishartgallery.com/artists/gilbert-ledward/

(۱۶) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون، انڈیپنڈنٹ اردو پر: لنک:
https://www.independenturdu.com/node/186626

(۱۷) بحوالہ ۶

(۱۸) بحوالہ ۴

(۱۹) ۱۰۱۔ ملاحظہ ہو آرٹ گیلری کا لنک:
https://artuk.org/discover/artists/ledward-gilbert-18881960

(۲۰) روزنامہ ''انقلاب'' سنڈے میگزین کے عکس کے لیے میں نوجوان محقق طلحہ شفیق کا شکر گزار ہوں۔

(۲۱) یہ معلومات درج ذیل لنک پر دست یاب ہیں:
https://artuk.org/discover/artworks/alfred-woolner-18681936-268837

(۲۲) ایضاً

(۲۳) بحوالہ: https://lahoremuseum.punjab.gov.pk/

(۲۴) بحوالہ:
https://www.artsculpturegallery.com/news/how-to-choose-the-right-sculpture-pedestal

(۲۵) اس طرف دھیان متوجہ کرنے لیے جناب خالد محمود سنجرانی کا ممنون ہوں۔

(۲۶) لے تولوں سوتے میں اس کے پائوں کا بوسہ مگر ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

(۲۷) محمد حسن عسکری ''ادب و فن میں فحش کا مسئلہ'' مشمولہ ''اثبات: ادب میں عریاں نگاری اور فحش نگاری'' خصوصی شمارہ، لاہور: عکس پبلی کیشنز ۲۰۱۹ء ص ۲۹۔

(۲۸) یہ معلومات مجھ تک آکسفرڈ ٹرینیٹی کالج کی آرکائیوسٹ کلیئر ہاپکنز نے پہنچائی ہیں۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔

(۲۹) ایضاً

(۳۰) ایضاً

(۳۱) بحوالہ ۴

(۳۲) رام پرکاش، وولنر انڈیالوجیکل سیریز، دیباچہ (وشوابندھو) ہوشیار پور: وِشویشوارانندوِیدک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۱۹۶۰ء، ص ۹ (اصل کتاب ہندی میں ہے البتہ دیباچہ انگریزی میں لکھا گیا ہے۔)

(۳۳) بہ شکریہ کلیئر ہاپکنز، آرکائیوسٹ، ٹرینیٹی کالج، آکسفرڈ یونی ورسٹی۔

Bibliography

1. Banarsi Das, Dr. “A Life Sketch.” In Woolner Commemoration Volume (In Memory of the Late Dr. A. C. Woolner), edited by Muhammad Shafi. Lahore: Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940, pp. 2–7.

2. Britannica, Encyclopaedia. “Thomas Lawrence.” Encyclopaedia Britannica. https://www.britannica.com/biography/Thomas-Lawrence

3. Garrett, H. L. O. A History of Government College Lahore (1864–1914). Lahore: Civil and Military Gazette Press, 1914.

4. Hasan Askari, Muhammad. “Adab-o-Fan Mein Fuhsh Ka Mas’ala.” In Isbat: Adab Mein Uryan Nigari aur Fuhsh Nigari, Special Issue. Lahore: Aks Publications, 2019, p. 29.

5. Independent Urdu. “Article by the Author.” https://www.independenturdu.com/node/186626

6. Lahore Museum. Lahore Museum official website. https://lahoremuseum.punjab.gov.pk/

7. Modern British Art Gallery. “Gilbert Ledward.” https://modernbritishartgallery.com/artists/gilbert-ledward/

8. Ram Prakash. Woolner Indological Series: Dibaacha (Preface by Vishvabandhu). Hoshiarpur: Vishveshvaranand Vedic Research Institute, 1960, p. 9.

9. Woolner Commemoration Volume (In Memory of the Late Dr. A. C. Woolner). Edited by Muhammad Shafi. Lahore: Mehr Chand Lachman Das Sanskrit Book Depot, 1940.

10. Art UK. “Gilbert Ledward (1888–1960).” https://artuk.org/discover/artists/ledward-gilbert-18881960

11. Art UK. “Alfred Woolner (1868–1936).” https://artuk.org/discover/artworks/alfred-woolner-18681936-268837

12. Art Sculpture Gallery. “How to Choose the Right Sculpture Pedestal.” https://www.artsculpturegallery.com/news/how-to-choose-the-right-sculpture-pedestal

❖❖❖